ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

مغرب میں اسلام کے مطالعے کا تاریخی پس منظر اور ارتقاء

The Historical Background and Evolution of the Study of Islam in the West

1. Dr. Abdul Haseeb
Lecturer, Punjab Tianjin University of Technology, Lahore
2. Shazia Majeed
Visiting Lecturer, Punjab Tianjin University of Technology, Lahore
3. Dr. Hifsa Shabbir
Visiting Lecturer, Punjab Tianjin University of Technology, Lahore

Abstract:
This article critically examines the historical development and methodological evolution of Western Islamic Studies, from medieval theological approaches to modern academic research. It explores the transition from Orientalism to contemporary Islamic Studies and evaluates the contributions of scholars such as Edward Pococke, Ignaz Goldziher, Joseph Schacht, Theodor Nöldeke, and Edward Said. The study highlights their achievements in manuscript preservation, textual criticism, lexicography, and Islamic history while addressing the limitations, colonial influences, and biases of certain Orientalist approaches. It also considers Muslim scholarly responses and the impact of postcolonial criticism and interdisciplinary research. The article concludes that Western Islamic scholarship should be assessed through a balanced approach that recognizes both its academic contributions and methodological shortcomings.

Keywords: Study of Islam in the West, Orientalism, Oriental Studies, Islamic Studies, Colonialism, Edward Said, Philology, Historical Criticism, Postcolonial Studies, Western Scholarship.

مغرب میں اسلام، اس کی تعلیمات، تاریخ، اور تہذیب کا مطالعہ ایک طویل، متحرک اور پیچیدہ علمی و فکری روایت کا حامل ہے۔ یہ مطالعہ محض ایک غیر جانبدارانہ، جامد یا یک رخے تعلیمی تجسس کا نتیجہ نہیں رہا، بلکہ یہ قرونِ وسطیٰ کے مذہبی و مناظرانہ مباحث سے شروع ہو کر انیسویں صدی کے نو آبادیاتی اور سائنسی استشراق، اور بالآخر اکیسویں صدی کے کثیر العلومی (Interdisciplinary) اور مابعد نو آبادیاتی (Post-colonial) اسلامی مطالعات تک ایک گہرا ارتقائی سفر طے کر چکا ہے۔ مغرب میں مطالعۂ اسلام کی علمی و تاریخی اہمیت اس بات میں مضمر ہے کہ اس نے نہ صرف اسلامی نصوص اور تاریخ کی تفہیم کے نئے زاویے اور مناہج متعارف کرائے، بلکہ خود مغربی علمیت (Western epistemology) اور اس کے تہذیبی ارتقا پر بھی گہرے نقوش مرتب کیے۔

تاریخی اعتبار سے مغرب میں اس مطالعے کے کئی واضح مراحل ہیں۔ اس کا آغاز قرونِ وسطیٰ میں ہوا جب عیسائی یورپ نے اسلام کو ایک مسابقتی مذہبی خطرے کے طور پر دیکھا۔ یوحنا دمشقی اور پیٹر دی وینرابیل جیسی شخصیات نے دفاعی الٰہیات اور مناظرانہ مقاصد کے تحت اسلام کا مطالعہ کیا، جس کی ایک تاریخی کڑی 1143ء میں رابرٹ آف کیٹن کے زیرِ نگرانی قرآن کریم کا پہلا لاطینی ترجمہ تھا۔ بعد ازاں، نشاۃِ ثانیہ اور عصرِ تنویر (Enlightenment) کے دور میں یہ مطالعہ خالص مذہبی تعصبات سے قدرے آزاد ہو کر لغوی اور تاریخی بنیادوں پر استوار ہونے لگا، جسے جدید تاریخ نگاری میں "جمہوریہ خطوطِ عربی (Republic of Arabic Letters)" کا نام دیا گیا ہے۔ اسی دور اور اس کے بعد کے زمانوں میں، مشرقی معاشروں اور ان کی نفسیات کو سمجھنے کے لیے مختلف مشاہدات اور سفری یادداشتوں کا سہارا بھی لیا گیا (جن کی ایک تمثیل "مصر: مشاہدات اور عبرت کا سفر نامہ" جیسی دستاویزات اور تحریروں کے مطالعے میں دیکھی جا سکتی ہے جو مشرقی احوال کو سمجھنے کا ذریعہ بنیں)۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

انیسویں صدی میں یورپی استعمار کی عالمی توسیع کے ساتھ یہ مطالعہ ایک باقاعدہ جامعاتی ڈسپلن بن گیا، جس کا مقصد نو آبادیاتی نظم و نسق کو سہارا دینا اور مشرقی معاشروں پر علمی و تہذیبی غلبہ (Cultural Hegemony) قائم کرنا تھا۔

اس طویل علمی سفر میں اصطلاحات اور ان کے مفاہیم میں بھی واضح ارتقا دیکھنے میں آیا ہے۔ ابتدائی دور میں "استشراق (Orientalism)" کی اصطلاح رائج ہوئی، جو انیسویں اور بیسویں صدی میں اپنے نو آبادیاتی، سامراجی اور مغرب مرکزیت (Eurocentrism) کے پہلوؤں کی وجہ سے پہچانی گئی۔ اس کے بعد بتدریج "مشرقی علوم (Oriental Studies)" کا دور آیا، جس نے کلاسیکی اور سامی زبانوں کی تنقیدی تحقیق، مخطوطات کی تدوین اور تاریخی نقد پر زور دیا، اگرچہ یہ بھی مکمل طور پر استعماری و نو آبادیاتی اثرات سے پاک نہیں تھا۔ تاہم، بیسویں صدی کے اواخر اور بالخصوص اکیسویں صدی میں یہ دائرۂ کار وسیع ہو کر "مطالعۂ اسلام" یا "اسلامک اسٹڈیز (Islamic Studies)" کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ یہ جدید شعبہ کلاسیکی فلولوجی کی حدود کو توڑ کر سماجی علوم، بشریات، اور تنقیدی نظریات کے مناہج کو اپناتا ہے اور اسلام کو محض ایک فرضی مستعار لیے گئے مفاہیم کے مجموعے کے بجائے ایک زندہ، کثیر الجہت اور متحرک تہذیبی روایت کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔

مغربی مطالعۂ اسلام میں مختلف ادوار میں گوناگوں علمی اور منہاجی رجحانات (Methodological Trends) غالب رہے ہیں۔ ان میں قرونِ وسطیٰ کا مذہبی و جدلیاتی رویہ، انیسویں صدی کا تفوقانہ اور استعماری رجحان، اور پھر تاریخی-تنقیدی و فلولوجیکل منہج شامل ہیں۔ اگناز گولڈزیہر، جوزف شاخت اور تھیوڈور نولڈیکے جیسے مستشرقین نے اسلامی متون پر بائبل کی اعلیٰ تنقید (Higher Criticism) کے اصولوں کا اطلاق کیا اور روایتی مسلم تاریخ و اسناد پر تشکیک کا اظہار کیا۔ اس کے متوازی جان وانسبرو جیسے محققین نے رویژنزم (Revisionism) کی بنیاد رکھی، جس نے ابتدائی اسلامی روایات کو مکمل طور پر متاخر ادوار کی تشکیل قرار دیا۔ اس کے برعکس بیسویں صدی کے وسط کے بعد ادوارڈ سعید، طلال اسد، اور وائل حلاق جیسے مفکرین نے مابعد نو آبادیاتی (Post-colonial) ساخت شکنی کے ذریعے استشراق کے علم اور طاقت کے گٹھ جوڑ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔

ان علمی و فکری رجحانات کی ترویج و ترقی میں مغربی جامعات، تحقیقی مراکز اور علمی اداروں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ سترہویں صدی میں لائیڈن، آکسفورڈ اور کیمبرج جیسی جامعات میں عربی زبان کی کرسیاں (Chairs of Arabic) قائم کی گئیں۔ بعد ازاں فرانس میں INALCO اور جرمنی کے تحقیقی اداروں نے مطالعۂ اسلام کو ایک ادارہ جاتی شکل دی۔ برطانوی علمی روایت میں جامعہ لندن کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز (SOAS) کا کردار انتہائی نمایاں رہا ہے۔ بیسویں صدی میں SOAS نے متنی نقد کی نئی بحثیں چھیڑیں، لیکن معاصر دور میں یہ ادارہ نو آبادیاتی تعصبات سے بالاتر ہو کر اسلامی علوم کو ایک کثیر الجہتی تعلیمی گفتگو کا روپ دینے میں پیش پیش ہے۔ ان اداروں نے نہ صرف مخطوطات کے وسیع ذخائر جمع کیے بلکہ تحقیقی مجلات اور انسائیکلوپیڈیاز کے ذریعے اسلامی علوم کو ایک منظم علمی سانچے میں ڈھالا۔

مستشرقین اور مغربی اہلِ علم کی اس طویل علمی جدوجہد کو یکسر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے اسلامی دنیا کے نایاب مخطوطات کی دریافت، فہرست سازی (Cataloguing)، متون کی تحقیق و تصحیح (Critical Editing)، اور لغوی تدوین میں وہ بنیادی اور غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں جن کے بغیر جدید دور میں کلاسیکی متون تک رسائی نہایت دشوار تھی۔ ایڈورڈ ولیم لین کی لغت نگاری، کارل بروکلمین کی تاریخ الادب العربی (GAL)، اور ای جے گب میموریل سیریز جیسے سلسلوں نے اسلامی علمی ذخیرے کو عالمی سطح پر محفوظ کیا۔ تاہم، مسلم اہلِ علم اور جدید ناقدین نے ان کی منہاجی محدودات پر سخت علمی تنقید بھی کی ہے۔ مسلم محققین، بالخصوص ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی اور ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری نے مغربی مستشرقین کی طرف سے حدیث، فقہ اور ابتدائی اسلامی تاریخ پر کیے گئے تشکیکی مفروضوں کو تاریخی اور مادی شواہد کی بنیاد پر باطل

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

ثابت کیا ہے۔ مسلم تنقید کا بنیادی محور یہ رہا ہے کہ مستشرقین نے مسلم معاشرے کے زندہ عملی تواتر، اجماع، اور حفظ و اسناد کی روایات کو نظر انداز کر کے محض خشک متنی تنقید پر انحصار کیا۔

جدید دور، بالخصوص اکیسویں صدی میں مطالعۂ اسلام کے مناہج میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ آج مغربی جامعات میں نو آبادیاتی اور مستشرقانہ مناہج کی روایتی معتبریت زوال پذیر ہے اور اس کی جگہ ڈیجیٹل ہیومینیٹیز، ڈی کولونیل میتھوڈولوجیز اور بین العلومی رجحانات لے رہے ہیں۔ اب اسلام کا مطالعہ محض ایک بیرونی یا جامد شے کے طور پر نہیں، بلکہ اسے اس کی اپنی اندرونی علمیاتی بنیادوں (Epistemological Foundations) اور متحرک تاریخی ارتقا کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

زیرِ نظر باب، مطالعۂ اسلام کے اسی وسیع اور ارتقائی سفر کا ایک جامع اور تنقیدی خاکہ پیش کرے گا۔ اس باب کی تفصیلی ابحاث میں مغرب میں مطالعۂ اسلام کے تاریخی ارتقا، مستشرقیت سے اسلامی مطالعات تک کی اصطلاحی تشکیل، مختلف علمی و فکری رجحانات، نمایاں مغربی اہلِ علم کے افکار، جامعاتی ادارہ سازی (بشمول SOAS کی برطانوی علمی روایت)، مغربی جامعات میں زیرِ بحث اہم مطالعاتی موضوعات، مستشرقین کی تدوینی و تحقیقی خدمات، ان پر مسلم اہلِ علم کی علمی تنقید، اور اکیسویں صدی کے جدید اکادمی رجحانات کا مفصل اور سائنسی جائزہ لیا جائے گا

قرونِ وسطیٰ: الٰہیاتی اور مناظرانہ دفاعیات کا دور

مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کے مطالعے کا آغاز کسی خالص علمی، تحقیقی یا معروضی تجسس کی بنیاد پر نہیں ہوا، بلکہ اس کی ابتدائی جڑیں قرونِ وسطیٰ (Middle Ages) کے اس شدید مذہبی، سیاسی اور تہذیبی تصادم میں پیوست ہیں جو اسلام کی تیز رفتار توسیع کے نتیجے میں پیدا ہوا۔ عیسائی یورپ کے لیے ساتویں صدی عیسوی میں اسلام کا ظہور ایک غیر متوقع اور ہولناک چیلنج تھا، جس نے نہ صرف بازنطینی سلطنت کے بڑے حصوں کو اپنے اندر ضم کر لیا بلکہ مسیحی الٰہیات (Christian Theology) کے سامنے بھی ایک طاقتور اور ناگزیر متبادل پیش کیا۔ اس تاریخی تناظر میں، قرونِ وسطیٰ کے مسیحی علمی و مذہبی حلقوں میں اسلام کا مطالعہ خالصتاً دفاعی، مناظرانہ (Polemical) اور الٰہیاتی مقاصد کے تحت شروع ہوا۔[1] مغربی اہلِ کلیسا اور دانشوروں نے اسلام کو ایک مستقل دین کے طور پر سمجھنے کے بجائے اسے عیسائیت کے وجود کے لیے ایک براہِ راست خطرے کے روپ میں دیکھا، جس کا تدارک صرف اس کے نظریاتی ابطال اور تحقیر کے ذریعے ہی ممکن تصور کیا گیا۔

اس ابتدائی دور کے اولین اور نمایاں ترین عیسائی مفکرین میں یوحنا دمشقی (John of Damascus، م. 748ء) کا نام سرِ فہرست ہے۔ اموی خلیفہ یزید کے دربار سے قریب رہنے والے اس مسیحی فلسفی نے مغربی استشراق کی اولین فکری و الٰہیاتی بنیادیں فراہم کیں۔[2] یوحنا دمشقی نے اسلام کو ایک الہامی یا نیا دین ماننے کے بجائے اسے عیسائیت ہی کی ایک مسخ شدہ بدعت (Heresy) قرار دیا۔ اپنی تصنیف 'De Haeresibus' میں اس نے انتہائی معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے کعبہ کو ایک بت اور اسلام کو ایک وحشیانہ مذہب قرار دیا۔ اس نے پیغمبرِ اسلام ﷺ کی ذات کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے یہ بے بنیاد دعویٰ کیا کہ انہوں نے ایک آریائی راہب (Arian monk) سے تعلیمات حاصل کر کے عہد نامہ عتیق اور جدید (Old and New Testaments) کی بنیاد پر اپنا الٰہیاتی نظام وضع کیا ہے۔[3] یوحنا دمشقی کے ان الزامات اور

[1] "Notion and Features of Orientalism in Historiography," *Pakistan Social Sciences Review*, Vol. 5, Issue 4 (2021).
[2] "Ichkalat journal," University of Tamanghasset - Algeria, Vol. 12, No. 1 (March 2023): 560.
[3] ایضاً۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

مسخ شدہ تصورات نے قرونِ وسطیٰ میں اسلام کے خلاف ایک ایسا مستند بیانیہ قائم کر دیا جسے بعد کے تمام بائبلی متون اور عیسائی قلم کاروں نے بطورِ حوالہ استعمال کیا۔[1]

گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی تک آتے آتے، جب اندلس (ہسپانیہ) میں اسلامی تہذیب اپنے عروج پر تھی اور مشرقِ وسطیٰ میں صلیبی جنگوں (Crusades) کا خونی آغاز ہو چکا تھا، تو مغرب میں اسلام کے مطالعے نے ایک نیا تنظیمی اور ادارہ جاتی رخ اختیار کیا۔ اس دور میں پادری پیٹر دی ویزابیل (Peter the Venerable) کی قیادت میں اسلام کے بنیادی ماخذ یعنی قرآن مجید کو براہِ راست ہدف بنانے کی باقاعدہ منظم کوشش کی گئی۔[2] پیٹر دی ویزابیل کی سرپرستی میں 1143ء میں رابرٹ آف کیٹن (Robert of Ketton) نے قرآن کریم کا پہلا لاطینی ترجمہ مکمل کیا۔ اس ترجمے اور اس سے جڑے مطالعے کا بنیادی مقصد اسلام کی حقیقی تفہیم ہرگز نہیں تھا، بلکہ اس کا منشا اسلام کو فکری و نظامی طور پر ایک شدید مذہبی خطرہ سمجھتے ہوئے اس کا کلیسا کے دفاع میں رد کرنا تھا۔[3] اس دور کے عیسائی یورپ کے لیے اسلام ایک ایسی مرآت (Mirror) کی مانند بن چکا تھا جس پر وہ اپنے باطنی خوف اور تہذیبی و ثقافتی اضطراب کی عکاسی کرتے تھے۔[4]

تیرہویں اور چودھویں صدی کے دوران اس مناظرانہ اور تبشیری (Missionary) رجحان میں مزید شدت اور ادارہ جاتی پختگی آئی۔ اس عہد کے نمایاں ناموں میں ریکولڈو دامونٹے کروچے (Riccoldo da Monte di Croce) اور ریمنڈ لل (Raymond Lull) شامل ہیں، جنہوں نے صلیبی جنگوں کے عسکری محاذ کے ساتھ ساتھ فکری محاذ پر بھی اسلام کے خلاف کام کیا۔[5] یہ وہ دور تھا جب کلیسا نے عسکری مہمات کی ناکامی کے بعد فکری اور تنصیری جنگوں کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ چنانچہ، 1311ء میں پوپ کلیمنٹ پنجم (Pope Clement V) کے زیرِ صدارت منعقد ہونے والی 'کونسل آف ویانا (Council of Vienne)' میں یہ تاریخی فیصلہ کیا گیا کہ یورپی جامعات میں عربی اور دیگر مشرقی زبانوں کی تدریسی کرسیاں (Chairs) قائم کی جائیں۔[6] اس اقدام کا مقصد مشرقی زبانوں کے ذریعے عیسائی مبلغین کو تیار کرنا تھا جو مسلم معاشروں میں جا کر مسیحیت کی تبلیغ کر سکیں۔ اگرچہ اسی دور میں طلیطلہ (Toledo) اور سسلی کے ترجمہ مراکز کے ذریعے سائنسی اور فلسفیانہ کتب کے لاطینی تراجم سامنے آ رہے تھے جنہوں نے مغربی یورپ کی علمی بیداری اور بعد ازاں نشاۃِ ثانیہ کا راستہ ہموار کیا، لیکن جہاں تک خالص مذہبی اور الہامی متون کا تعلق ہے، ان کے تراجم کا مقصد محض ابطالِ اسلام اور دفاعی الٰہیات تک محدود رہا۔[7]

اس دور کے علمی ماحول اور مذہبی تصورات نے نہ صرف پادریوں اور متکلمین کو متاثر کیا بلکہ ادب اور شاعری میں بھی اس تعصب کی جڑیں گہری ہو گئیں۔ اطالوی شاعر دانتے (Dante) نے اپنی مشہور قرونِ وسطیٰ کی تمثیل 'ڈیوائن کامیڈی (Divine Comedy)' میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کو مسیحیت میں تفرقہ ڈالنے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے انتہائی توہین آمیز اور افسانوی انداز میں پیش کیا۔[8] ان ادبی اور مذہبی کاوشوں کے ذریعے

---

[1] ایضاً۔

[2] "Notion and Features of Orientalism in Historiography," *Pakistan Social Sciences Review*, Vol. 5, Issue 4 (2021).

[3] ایضاً۔

[4] "Discourses of Orientalism?," *Presses de l'Ifpo*.

[5] "THE HISTORIOGRAPHY OF EARLY ISLAMIC HISTORY," *Cambridge University Press & Assessment*.

[6] ایضاً۔

[7] "Translation and Transmission of Greek and Islamic Science to Latin Christendom," *Cambridge University Press & Assessment*.

[8] "Ichkalat journal," University of Tamanghasset - Algeria, Vol. 12, No. 1 (March 2023): 560.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

یورپی عوام کے ذہنوں میں اسلام اور مشرق کا ایک ایسا تاریک اور مسخ شدہ تصور ("The "Other") بٹھا دیا گیا جس نے صدیوں تک مغربی شعور کو اپنے حصار میں رکھا۔

قرونِ وسطیٰ کے اس مطالعۂ اسلام کی علمی و منہاجی حدود انتہائی تنگ، غیر سائنسی اور صریح تعصب پر مبنی تھیں۔ اس پورے دور کا غالب فکری رجحان "عیسائی مرکزیت (Christocentric Polemics)" پر استوار تھا۔ مغربی محققین اور پادریوں نے قرآن اور اسلامی روایات کو بائبل کی روشنی میں سمجھنے (Pia interpretatio) اور اپنے الٰہیاتی سانچوں میں زبردستی ڈھالنے کی کوشش کی۔[1] ان کا بنیادی منہجی مسئلہ یہ تھا کہ وہ دیگر ادیان کو اپنی مسیحی تاریخِ نجات (Christian Salvation History) کے ماتحت لا کر دیکھتے تھے اور ان کی آزادانہ اور خود مختار حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکاری تھے۔ اس دور کے عیسائی متکلمین اس بات سے یکسر ناواقف تھے کہ اسلامی نصوص کی اپنی ایک زندہ تاریخی روح، اسناد کا ایک مضبوط تسلسل اور تفہیم کا الگ داخلی خاکہ ہے۔ ان کے تراجم لفظی اور معنوی اغلاط سے بھرپور تھے اور ان کا واحد ہدف صرف اور صرف عیسائی عقائد کا تحفظ، کلیسا کی بالادستی کو برقرار رکھنا، اور اسلام کو ایک من گھڑت مذہب ثابت کرنا تھا۔[2]

ان تمام تر منہاجی نقائص، تاریخی کمزوریوں اور الٰہیاتی تعصبات کے باوجود، قرونِ وسطیٰ کی اس مناظرانہ روایت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسی نے بعد کے یورپی مطالعاتِ اسلام کے لیے ایک ابتدائی علمی و ادارہ جاتی پس منظر فراہم کیا۔ عربی زبان سیکھنے کی کلیسائی ضرورت، قرآن کے لاطینی تراجم کی روایت، مسودات کی جمع آوری اور یورپی جامعات میں مشرقی زبانوں کی کرسیوں کے قیام نے مغرب کو اسلام کے اصل مآخذ سے روشناس کرانے کا پہلا راستہ دکھایا۔ گو کہ اس دور میں پیدا ہونے والا علم بنیادی طور پر مسخ شدہ اور متعصبانہ تھا، لیکن اس نے مغرب کے اندر عربی زبان اور مشرقی متون کی خواندگی کی جو داغ بیل ڈالی، اس نے آئندہ صدیوں میں گہرے اثرات مرتب کیے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سترہویں اور اٹھارویں صدی میں یورپ عصرِ تنویر (Enlightenment) اور "جمہوریہ خطوطِ عربی (Republic of Arabic Letters)" کے دور میں داخل ہوا، تو اس کے پاس عربی متون کے مطالعے کا ایک ابتدائی ڈھانچہ پہلے سے موجود تھا، جس نے آگے چل کر انیسویں صدی کے باقاعدہ سائنسی، فلولوجیکل اور جامعاتی استشراق (Oriental Studies) کی بنیادیں استوار کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔[3]

نشاۃِ ثانیہ اور عصرِ تنویر: 'جمہوریہ خطوطِ عربی (Republic of Arabic Letters)' کا قیام

مغرب میں اسلام اور اسلامی علوم کے مطالعے کا تاریخی سفر محض قرونِ وسطیٰ کے تعصبات یا بعد ازاں ابھرنے والے سائنسی تجسس کی یک طرفہ داستان نہیں ہے، بلکہ یہ متنوع ادوار کے سیاسی، مذہبی، لغوی اور علمی تقاضوں کے تحت ڈھلنے والا ایک پیچیدہ تعامل ہے۔[4] قرونِ وسطیٰ کے دوران دوران جہاں ایک طرف عیسائی الٰہیات کے دفاع کے لیے اسلام کا مناظرانہ مطالعہ کیا جا رہا تھا، وہیں دوسری جانب اسلامی دنیا کے سائنسی اور فلسفیانہ متون کے لاطینی تراجم نے مغربی یورپ کی علمی بیداری اور نشاۃِ ثانیہ (Renaissance) کا راستہ ہموار کیا۔[5] مسلم اہلِ علم کی قرونِ

---

[1] "THE HISTORIOGRAPHY OF EARLY ISLAMIC HISTORY," *Cambridge University Press & Assessment*.
[2] "A Historical-critical Study of the First Latin Translation of the Holy Quran," *ResearchGate*.
[3] "The Republic of Arabic Letters: Islam and the European Enlightenment," *Harvard University Press Press* (2018).
[4] Alexander Bevilacqua, *The Republic of Arabic Letters: Islam and the European Enlightenment* (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2018), 340.
[5] "Translation and Transmission of Greek and Islamic Science to Latin Christendom (Chapter 14)," *Cambridge History of Science* (Cambridge University Press & Assessment).

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

وسطیٰ کی اس تحقیق اور دانش نے یورپ کی نشاۃِ ثانیہ اور اصلاحی تحریکوں (Reform movements) کے لیے ایک محرک (Catalyst) کا کام کیا، جس نے جدید دور کے یورپ میں سائنسی پیش رفتوں کی بنیاد رکھی۔ اس علمی ورثے نے رفتہ رفتہ یورپی اہلِ علم کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ سائنسی ترقی اور ارتقا کے حوالے سے اپنے یوروسینٹرک (Eurocentric) نقطۂ نظر کو ترک کریں اور اسلامی دنیا کی علمی خدمات کی اہمیت کو تسلیم کریں۔[1]

جامعاتی و ادارہ جاتی بنیادوں کی فراہمی سترہویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں یورپ کی علمی بیداری نے عربی زبان اور اسلامی علوم کے مطالعے کو ایک نئی ادارہ جاتی شکل دی۔ یورپی جامعات میں عربی زبان کی باقاعدہ کرسیاں (Chairs) قائم کی گئیں، جن کا ابتدائی مقصد اگرچہ بائبل کے قدیم متون کی لسانی توثیق، مسیحی دیالوجی (Theology) کی تائید اور ابھرتی ہوئی عثمانی سلطنت کے ساتھ سفارتی و تجارتی روابط کو استوار کرنا تھا، لیکن اس پیش رفت نے غیر ارادی طور پر مطالعۂ اسلام کے علمی اور متنی دور کا آغاز کر دیا۔[2]

نیدرلینڈز کی لائیڈن یونیورسٹی (Leiden University) میں 1613ء میں عربی کی کرسی کا قیام عمل میں آیا، جہاں تھامس ایرپینیئس (Thomas Erpenius) جیسے نمایاں اسکالرز نے کلاسیکی عربی فلولوجی (Philology) پر توجہ مرکوز کی۔[3] اسی طرح برطانیہ میں 1632ء میں کیمبرج یونیورسٹی کے اندر سر تھامس ایڈمز چیئر (Sir Thomas Adams Chair) قائم کی گئی، جس سے ابراہام وہیلک (Abraham Wheelocke) وابستہ رہے، اور اس کا مقصد عربی و فارسی ادبیات اور مخطوطات کے ذخائر کا مطالعہ تھا۔[4] 1636ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں آرک بشپ ولیم لوڈ کی سرپرستی میں لاؤڈین چیئر (Laudian Chair) کا قیام عمل میں آیا، جس کے نمایاں محققین میں ایڈورڈ پوکاک (Edward Pococke) اور جان بینبرج شامل تھے۔ ان اداروں کا بنیادی محور باڈلین اور کیمبرج لائبریریوں میں موجود مخطوطات کی تدوین اور اسلامی فلکیات و سائنسی علوم کا مطالعہ تھا۔[5] فرانس میں 1669ء میں ژاں بپٹسٹ کولبرٹ کی زیرِ نگرانی INALCO کی بنیاد رکھی گئی، جس نے بعد ازاں زبانوں اور سفارتی مترجمین کی تیاری میں اہم کردار ادا کیا۔[6] ان ادارہ جاتی پیش رفتوں نے یورپی اہلِ علم کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اسلام کا مطالعہ ثانوی اور معاندانہ عیسائی مآخذ کے بجائے براہِ راست مستند عربی مصادر اور مخطوطات کے ذریعے کریں۔

جمہوریہ خطوطِ عربی (Republic of Arabic Letters) کا ظہور

سترہویں اور اٹھارویں صدی میں مغرب کے اندر اسلام اور عربی زبان کے مطالعے نے ایک ایسا انقلابی موڑ لیا، جسے جدید تاریخ نگاری میں "جمہوریہ خطوطِ عربی (The Republic of Arabic Letters)" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[7] اس دور میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں روایات سے تعلق رکھنے والے یورپی دانشوروں اور اہلِ علم نے اسلامی تاریخ اور متون کو محض مذہبی مناظرے اور کلیسائی دفاعیات کی نظر

---

[1] "The research and scholarship of Islamic scholars during the Middle Ages," NotebookLM Source.
[2] Christian Lange, "Religious Studies and the Study of Islam: Mutual Misperceptions, Shared Promises," *AUP-Online*.
[3] ایضاً۔
[4] "Great Britain ix. Iranian Studies in Britain, the Islamic Period," *Encyclopaedia Iranica*.
[5] "THE FUTURE OF ISLAM, 1672–1924," *Modern Intellectual History*, Cambridge Core.
[6] "FRANCE xii(a). IRANIAN STUDIES IN FRANCE: OVERVIEW," *Encyclopaedia Iranica*.
[7] Alexander Bevilacqua, *The Republic of Arabic Letters: Islam and the European Enlightenment* (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2018).

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

سے دیکھنے کے بجائے، ایک خود مختار، متنی اور علمی میدان کے طور پر استوار کرنا شروع کیا۔[1] یہ ایک ایسا علمی نیٹ ورک تھا جس نے عیسائی الہیات کے تعصبات سے ہٹ کر، مخطوطات کی اصل زبان، ان کی گرامر، اور ان کے تاریخی وقائع کا معروضی مطالعہ (Objective historiographical study) کیا۔[2]

اس دور (تخمیناً 1650ء سے 1750ء) کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں مسلم کتابوں کے تراجم اور مطالعے کے رجحان میں ایک زبردست اور بے نظیر اضافہ (Surge) دیکھا گیا۔ اس عہد کے یورپی اہلِ علم نے اسلام کے بارے میں ایک قدرے قابلِ احترام اور تحسین آمیز (Appreciative) نظریہ اپنایا۔ انہوں نے اسلام کو مسیحیت کے ہم پلہ ایک مستقل دین کے طور پر تسلیم کیا، اور مسلمانوں کو انسانی تاریخ میں ایک باقاعدہ تہذیب اور مقام رکھنے والی قوم قرار دیا۔[3] یہ فکری رویہ انیسویں صدی سے پہلے کے ان روایتی اور تنگ نظر یورپی تصورات سے یکسر یکسر مختلف تھا، جو اسلامی تعلیمات کو محض ایک ہرطقہ (Heresy) اور مسلمانوں کو ایسے خانہ بدوش قرار دیتے تھے جنہوں نے اپنے عقائد کو صرف تلوار کے زور پر پھیلایا۔[4]

نمایاں اہلِ علم اور ان کی علمی پیش رفت "جمہوریہ خطوطِ عربی" کی اس علمی و متنی تحریک سے وابستہ نمایاں شخصیات میں تھامس ایرپینیئس، ایڈورڈ پوکاک، لڈوویکو ماراچی (Ludovico Marracci)، ایڈرین ریلینڈ (Adriaan Reland)، اور جارج سیل (George Sale) کے نام سرِ فہرست ہیں۔ ان محققین کا بنیادی علمی کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے عربی ادب کی جمہوریہ کی بنیاد رکھتے ہوئے اصل مخطوطات کا لغوی اور تاریخ دانانہ معروضی مطالعہ کیا۔[5]

اس دور کی اہم ترین علمی پیش رفتوں میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے پہلے لاؤڈین پروفیسر ایڈورڈ پوکاک (Edward Pococke) کی معرکہ الآرا تصنیف "Specimen Historiae Arabum" (1650ء) کی اشاعت شامل ہے۔[6] یہ کتاب تیرہویں صدی کے شامی عیسائی محقق ابن العبری (Bar Hebraeus) کی کتاب 'مختصر تاریخ الدول' کے ایک حصے پر مبنی تھی۔ پوکاک نے اس تصنیف میں انتہائی مستند عربی مصادر کو استعمال کرتے ہوئے قبل از اسلام کی عرب تاریخ، اسلامی عقائد، اور مسلمانوں کے سائنسی و ادبی علوم کا ایک مفصل، متنی اور تحلیلی جائزہ پیش کیا۔ اس کتاب نے یورپ میں اسلامی تاریخ نگاری کو لاطینی کلیسائی تعصبات سے آزاد کرانے اور عربی متون کی اہمیت کو اجاگر کرنے میں ایک انقلابی کردار ادا کیا۔[7]

عصرِ تنویر (Enlightenment) اور مطالعۂ اسلام میں تبدیلیاں اٹھارویں صدی میں یورپ جب عصرِ تنویر (Enlightenment) کے دور میں داخل ہوا، تو انسانی عقل، عقلیت پسندی (Rationalism) اور رواداری کو کائنات اور معاشرے کو سمجھنے کا بنیادی پیمانہ تسلیم کیا گیا۔ اس

---

[1] ایضاً۔

[2] "عہدِ جدید کا آغاز (17ویں–18ویں صدی)، "مغرب میں مطالعۂ اسلام کے تاریخی مراحل کا تقابلی خلاصہ (تحقیقی جدول)۔

[3] مصر: مشاہدات اور عبرت کا سفر نامہ، مباحثِ ترجمہ و دراساتِ کتبِ مسلمین (1650–1750)۔

[4] ایضاً۔

[5] "عہدِ جدید کا آغاز (17ویں–18ویں صدی)، "مغرب میں مطالعۂ اسلام کے تاریخی مراحل کا تقابلی خلاصہ (تحقیقی جدول)۔

[6] Alexander Bevilacqua, *The Republic of Arabic Letters: Islam and the European Enlightenment* (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2018).

[7] ایضاً۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

عقلی بیداری کے نتیجے میں مغرب کے علمی زاویوں میں مزید وسعت پیدا ہوئی، جس نے اسلام کے عربی اور فارسی مصادر تک بلاواسطہ اور غیر متعصبانہ رسائی کو مزید ہموار کیا۔[1]

عصرِ تنویر کے مفکرین نے اسلام کو ایک عقلانی مذہب (Rational religion) کے طور پر دیکھا اور اس کی بعض خصوصیات کو یورپ کی اپنی الہیاتی قدامت پرستی کے خلاف بحث میں استعمال کیا۔ اس دور میں فرانسیسی اسکالر بارتھلمی ڈربلو (Barthélemy d'Herbelot) کی شہرہ آفاق تصنیف 'Bibliothèque orientale' (1697ء) شائع ہوئی، جس نے یورپ کو پہلی بار اسلام کے اصلی مآخذ اور وسیع علمی و ادبی ورثے سے جامع انداز میں متعارف کرایا۔ ڈربلو کے اس قاموسی (Encyclopedic) کام کے ساتھ ساتھ بعد میں جوزف فون ہامر پرگسٹال (Joseph von Hammer-Purgstall) کی تحقیقات نے مشرق کی ادبی اور تہذیبی تاریخ کے نئے ابعاد کو مغربی عوام اور علمی حلقوں کے سامنے پیش کیا۔[2]

اٹھارویں اور انیسویں صدی کی اس فکری کروٹ نے مطالعۂ اسلام کو مکمل طور پر لاہوتی (Theological) اور مناظرانہ دائرے سے آزاد کر دیا اور اسے ایک خود مختار فیلولوجیکل اور تاریخی نظم و ضبط (Discipline) کی شکل دے دی۔[3] اس عہد کے یورپی اہلِ علم کی توجہ اس بات پر مرکوز ہو گئی کہ اسلامی روایات کا مطالعہ عقیدے یا ردِ عقیدہ کے بجائے زبان، گرامر، مخطوطاتی شواہد، اور تاریخ کی مادی بنیادوں پر کیا جائے۔

محرکات، حدود اور علمی پس منظر کی فراہمی نشاۃِ ثانیہ اور عصرِ تنویر کی اس علمی پیش رفت کے بنیادی محرکات میں ایک طرف تو قدیم یونانی و رومی علوم کی بازیافت کا تجسس تھا، جو عربی تراجم کے ذریعے ہی یورپ کو میسر آیا تھا، اور دوسری طرف مشرقِ وسطیٰ کے ساتھ بڑھتے ہوئے تجارتی، سفارتی اور سیاسی روابط تھے۔[4] تاہم اس دور کے مطالعے کی کچھ تاریخی حدود (Limitations) بھی تھیں۔ اگرچہ "جمہوریہ خطوطِ عربی" کے اسکالرز نے اصل عربی مصادر پر انحصار شروع کر دیا تھا، لیکن ان کا بنیادی دائرہ کار متن کی تصحیح (Textual criticism) اور لغوی تدوین تک محدود رہا۔ ان کے ہاں اسلامی متون کی ان کی اپنی روحانی، سماجی، اور زندہ روایتی روح (Living tradition) کے اندر جا کر تفہیم کا وہ شعور ہنوز ناپید تھا جو بعد کے ادوار کے بعض جدید محققین میں پیدا ہوا۔ مزید برآں، یہ مطالعات زیادہ تر مغربی جامعات اور کتب خانوں کے اندر تک محدود رہے، اور ان میں یورپی سامراجی ذہنیت کی وہ خاموش بیج بھی موجود تھے جو انیسویں صدی کے کلونیل استشراق میں تناور درخت بنے۔

ان تمام حدود کے باوجود، نشاۃِ ثانیہ اور عصرِ تنویر کی اس علمی تبدیلی نے بعد کے باقاعدہ Oriental Studies اور جامعاتی مطالعۂ اسلام کے لیے ایک انتہائی ٹھوس پس منظر فراہم کیا۔ اسی دور میں جمع کیے گئے مخطوطات، مرتب کی گئی لغات، قائم کی گئی جامعاتی کرسیاں (Chairs)، اور مرتب کردہ ابتدائی تاریخی خاکوں نے وہ مواد اور ادارہ جاتی ڈھانچہ (Institutional Infrastructure) مہیا کیا جس کی بنیاد پر انیسویں صدی میں سلوسٹر ڈی ساسی (Silvestre de Sacy)، ایڈورڈ ولیم لین، اور ایگناز گولڈزیہر جیسے مستشرقین نے سائنسی استشراق کی بنیاد رکھی۔[5] "جمہوریہ خطوطِ عربی" نے درحقیقت یورپ کو یہ سکھایا کہ اسلام اور مشرق کا مطالعہ محض کلیسا کے دفاع کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ انسانی

---

[1] "THE HISTORIOGRAPHY OF EARLY ISLAMIC HISTORY," *Cambridge University Press & Assessment*.

[2] ایضاً۔

[3] Christian Lange, "Religious Studies and the Study of Islam: Mutual Misperceptions, Shared Promises," *AUP-Online*.

[4] "Chapter 10 Arabic Studies in Europe in: Arabs and Arabists," *Brill*.

[5] "THE FUTURE OF ISLAM, 1672–1924," *Modern Intellectual History*, Cambridge Core.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

تاریخ کی ایک عظیم الشان تہذیب، ایک منظم زبان، اور ایک گہرے علمی ورثے کا علمی و تاریخی محاکمہ ہے، جسے صرف خالص اکادمی اصولوں کے تحت ہی سمجھا جاسکتا ہے۔

1.3 انیسویں اور بیسویں صدی کا استعماری و نو آبادیاتی دور

انیسویں اور بیسویں صدی کا عہد مغربی مطالعۂ اسلام کی تاریخ میں ایک ایسے فیصلہ کن موڑ کی حیثیت رکھتا ہے جہاں یہ ڈسپلن کلیسائی الہیات (Theology) اور عصرِ تنویر (Enlightenment) کے انفرادی علمی تجسس سے نکل کر ایک منظم، ادارہ جاتی اور باضابطہ جامعاتی شعبے کی شکل اختیار کر گیا۔ اس دور میں مشرقی علوم (Oriental Studies) کا ارتقا براہِ راست یورپی استعمار (European Imperialism) کی عالمی توسیع، نو آبادیاتی تقاضوں اور انیسویں صدی کے جدید سائنسی و لسانیاتی مناہج سے جڑا ہوا تھا۔ استعماری اور نو آبادیاتی دور میں مطالعۂ اسلام کی نوعیت محض علمی نہیں رہی، بلکہ اس نے علم اور طاقت (Knowledge and Power) کے ایک ایسے پیچیدہ تعامل کو جنم دیا جس نے اگلی دو صدیوں تک مغرب میں مشرق اور اسلام کے فہم پر گہرے نقوش مرتب کیے۔[1]

استعماری مقاصد اور نو آبادیاتی نظم و نسق کی ضروریات انیسویں صدی میں جب برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ جیسی یورپی طاقتوں نے ایشیا اور افریقہ کے وسیع مسلم اکثریتی خطوں پر اپنا تسلط قائم کیا، تو نو آبادیاتی نظم و نسق (Colonial administration) کو چلانے کے لیے مفتوحہ اقوام کی زبانوں، قوانین، تاریخ اور مذہبی عقائد کا گہرا ادراک ناگزیر ہو گیا۔ اس سیاسی ضرورت نے مغربی جامعات میں اسلام اور عربی مطالعات کو ایک بے نظیر ریاستی سرپرستی فراہم کی۔

اس دور میں پیدا ہونے والا علم براہِ راست استعماری پالیسیوں کی تشکیل میں معاون ثابت ہوا۔ اس کی ایک نمایاں مثال ڈچ مستشرق کرسٹین سنوخ ہرگرونیے (Christiaan Snouck Hurgronje) کی ہے، جنہوں نے نہ صرف مکہ مکرمہ میں قیام کر کے اسلامی معاشرت کا بشریاتی (Anthropological) جائزہ لیا، بلکہ بعد ازاں ڈچ ایسٹ انڈیز (موجودہ انڈونیشیا) کی نو آبادیاتی حکومت کے سیاسی مشیر کے طور پر بھی خدمات انجام دیں اور مسلم مزاحمت کو کچلنے کے لیے پالیسیاں وضع کیں۔[2] اسی طرح برطانوی ہند میں سر ولیم میور (William Muir) جیسے نو آبادیاتی منتظمین نے سیرتِ نبوی ﷺ اور ابتدائی اسلامی تاریخ پر کتب لکھ کر براہِ راست برطانوی سامراجی مصالح کی تسکین کی، اور اسلام کے قانونی اور سماجی ڈھانچے کو ایک ایسے جامد نظام کے طور پر پیش کیا جسے صرف یورپی مداخلت ہی مہذب بنا سکتی تھی۔[3]

اس حکومتی سرپرستی نے مطالعۂ اسلام کو باقاعدہ اداروں کی شکل دی۔ 1887ء میں برلن میں "سیمینار برائے شرقی زبانیں (Seminar für Orientalische Sprachen)" کا قیام عمل میں لایا گیا، جہاں ایڈورڈ سخاؤ (Eduard Sachau) جیسے محققین نے نو آبادیاتی منتظمین، حکام اور سفارت کاروں کو اسلامی قانون (فقہ) اور مشرقی زبانوں کی عملی و نظریاتی تربیت فراہم کرنے کے لیے تدریسی کتب مرتب کیں۔[4] ان اداروں کا بنیادی مقصد علم برائے علم نہیں تھا، بلکہ مغربی سفارت کاری اور نو آبادیاتی گرفت کو مضبوط کرنا تھا۔

علمی مناہج اور فکری مفروضات: بائبلی تنقید سے لے کر تہذیبی تفریق تک

[1] "Traces of Orientalism in the Construction of Modern Islamic Science," *Pondok Jurnal*.
[2] "Chapter 10 Arabic Studies in Europe in: Arabs and Arabists," *Brill*.
[3] "Edward Said and Orientalism: A Critical Analysis of Western Scholars and Writers," *ResearchGate*.
[4] "Islamic studies. The intellectual and political conditions of a discipline," *Presses de l'Ifpo*.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اگرچہ اس دور کے مطالعۂ اسلام پر استعماریت کا گہرا سایہ تھا، تاہم اسے مکمل طور پر غیر علمی یا محض سیاسی سازش قرار دینا تاریخی حقائق کو سادہ کرنے کے مترادف ہو گا۔ انیسویں صدی میں "مشرقی علوم (Oriental Studies) "نے ایک باقاعدہ جامعاتی نظمِ ضبط (Academic Discipline) کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ پیرس میں سلوسٹر ڈی ساسی (Silvestre de Sacy) کی زیرِ نگرانی 'اسکول آف لیونگ اورینٹل لینگویجز (INALCO) 'اور 1821ء میں 'سوسائٹی ایشیاٹک (Société Asiatique) 'کا قیام اس بات کا ثبوت تھا کہ یورپ میں عربی زبان، متون اور اسلامی تاریخ کو کلاسی کی اور لسانیاتی بنیادوں پر پڑھنے کا ایک نہایت سخت اور منظم معیار قائم ہو چکا تھا۔[1]

اس دور میں مطالعۂ اسلام کا غالب ترین منہج فلولوجی (Philology) اور تاریخی تنقید (Historical Criticism) تھا۔ جولیس ویلہاؤزن (Julius Wellhausen)، اگناز گولڈزیہر (Ignaz Goldziher) اور بعد ازاں جوزف شاخت (Joseph Schacht) جیسے مستشرقین نے انیسویں صدی کے جرمن تنقیدی مناہج اور بائبل کی اعلیٰ تنقید (Higher Criticism of the Bible) کے اصولوں کو من و عن اسلامی متون (قرآن اور حدیث) پر نافذ کیا۔ اس منہج میں یہ پیشگی مفروضہ قائم کر لیا گیا تھا کہ ابتدائی اسلامی روایات، احادیث کا ذخیرہ اور فقہ کی تشکیل دراصل دوسری اور تیسری صدی ہجری کی سیاسی اور معاشرتی کشمکش کی پیداوار (Fabrication) ہیں، اور انہیں ماضی (یعنی عہدِ نبوی) کی طرف منسوب (Projecting back) کر دیا گیا ہے۔[2]

اس سائنسی اور لسانیاتی مطالعے کے کچھ مخصوص اور متعصبانہ فکری زاویے بھی تھے۔ انیسویں صدی کے مفکرین، بالخصوص ارنسٹ رینان (Ernest Renan)، نے سامی (Semitic) اور آریائی (Aryan) اقوام کے درمیان نسلی اور علمیاتی (Epistemological) تفریق کا فلسفہ پیش کیا۔ اس کے تحت یہ دعویٰ کیا گیا کہ سامی فکر اور اسلام فطری طور پر عقلیت، سائنس اور ترقی پسندی سے عاری ہیں، اور مشرق کا ذہن بنیادی طور پر غیر متحرک اور جامد ہے۔[3]

مزید برآں، اس دور کے استشراق میں ایک اور بنیادی خامی "انحطاطی دور کا مفروضہ (The Teleology of Decline) "تھا۔ کارل بروکلمین (Carl Brockelmann) سمیت بیشتر مستشرقین نے یہ فرض کر لیا تھا کہ اسلامی تاریخ میں علمی، فلسفیانہ اور ادبی تخلیقیت 1258ء میں سقوطِ بغداد کے ساتھ ہی ختم ہو گئی تھی۔ اس مفروضے کے نتیجے میں مملوک، عثمانی، صفوی اور مغل ادوار کے ہزاروں مخطوطات کو "تکرار" اور "بے کار حواشی" سمجھ کر صدیوں تک نظر انداز کیا گیا۔ اسی طرح، اس دور کی تحقیق کا جغرافیائی دائرہ بھی انتہائی محدود اور مرکزیت پسند تھا؛ ان کی تمام تر توجہ مشرقِ وسطیٰ اور اندلس تک محدود رہی، جبکہ سب سہارن افریقہ، موریطانیہ اور جنوب مشرقی ایشیا کے وسیع اسلامی علمی ذخائر کو علمی نابینائی (Blindspots) کا شکار کر دیا گیا۔[4] انیسویں صدی کے اس مستشرقانہ منہج نے ایک اور فکری غلطی یہ کی کہ اس نے تمام تر انحصار محض تحریری متون (Hyper-textualism) پر کیا، اور اسلامی علوم (بالخصوص حدیث اور سیرت) میں موجود شفاہی نقل (Oral transmission)، سماع، اسناد اور تواتر کے زندہ عملی تسلسل کو یکسر نظر انداز کر دیا۔

علمی خدمات اور متنی تحقیق کا متوازن تجزیہ

[1] "FRANCE xii(a). IRANIAN STUDIES IN FRANCE: OVERVIEW," *Encyclopaedia Iranica*.
[2] "The Rationalistic-Critical Approach of Orientalists in Seerah Writings," *Al-Wifaq*.
[3] "Edward Said and Orientalism: A Critical Analysis of Western Scholars and Writers," *ResearchGate*.
[4] "The Written Heritage of the Muslim World," *Getty Museum*.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

مذکورہ بالا استعماری محرکات اور منہاجی کمزوریوں کے باوجود، انیسویں اور بیسویں صدی کے مستشرقین کی علمی خدمات کو محض استعمار کا آلہ کار کہہ کر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ دور تھا جس میں اسلامی علمی ورثے کی بقا، تدوین اور اشاعت کے حوالے سے چند نہایت عظیم الشان اور ناقابلِ فراموش علمی کارنامے انجام دیے۔

مشرقی ممالک پر یورپی تسلط کے دوران ہزاروں نایاب اور گمنام عربی و اسلامی مخطوطات کو مشرق سے نکال کر برٹش لائبریری، لیڈن، پیرس اور برلن کے کتب خانوں میں منتقل کیا گیا۔ اگرچہ اس عمل کا ایک رخ نو آبادیاتی علم کا غصب (Colonial knowledge accumulation) تھا جس نے مقامی تہذیبوں کو ان کے اپنے ہی بنیادی مصادر سے محروم کر دیا، لیکن اس کا دوسرا رخ یہ تھا کہ اس کے نتیجے میں یہ مخطوطات ضائع ہونے سے بچ گئے اور جدید سائنسی بنیادوں پر ان کی عالمی فہرست سازی (Cataloguing) ممکن ہوئی۔[1]

اس دور میں متعدد اکادمی اور اشاعتی سلسلے شروع کیے گئے جنہوں نے اسلامی تہذیب کی دریافت میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان میں 'ای جے گب میموریل سیریز (E. J. Gibb Memorial Series) 'اور جرمن اورینٹل سوسائٹی کا منصوبہ 'ببلیو تھیکا اسلامیکا (Bibliotheca Islamica) ' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، جن کے تحت نایاب عربی، فارسی اور ترکی متون کو جدید متنی تنقید (Textual criticism) اور مختلف نسخوں کے تقابل (Variant readings) کے ساتھ شائع کیا گیا۔[2] ایڈورڈ ولیم لین (Edward William Lane) کی مشہورِ زمانہ لغت 'An Arabic-English Lexicon' اور کارل بروکلمین کی 'Geschichte der arabischen Litteratur' (GAL) جیسی تصانیف نے عربی زبان کی لغت نگاری اور بائیو۔بلیو گرافی کی ایسی محکم بنیادیں فراہم کیں جن کے بغیر آج بھی کلاسیکی متون تک رسائی اور جدید اسلامی تحقیق کا تصور محال ہے۔ یہ تمام کارنامے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں مطالعۂ اسلام صرف سامراجی سازش نہیں تھا، بلکہ اس میں ایک بہت بڑا حصہ ان محققین کے خلوص، عمیق لسانی مہارت اور علمی لگن کا بھی تھا جو عربی علوم اور اسلامی متون کے تحفظ کے لیے وقف تھے۔

جدید 'اسلامک اسٹڈیز' کی طرف منتقلی اور اثرات

انیسویں اور بیسویں صدی کے اس استعماری اور فلولوجیکل دور نے مغربی اکادمیہ میں مطالعۂ اسلام کی ساخت کو جس قدر پختہ کیا، اسی قدر اس نے اپنے اندرونی تضادات کو بھی جنم دیا۔ بیسویں صدی کے وسط تک پہنچتے پہنچتے دنیا کا جغرافیائی اور سیاسی منظر نامہ تیزی سے تبدیل ہونے لگا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد سرد جنگ (Cold War) کے تقاضوں، مسلم ممالک کی آزادی (Decolonization) اور نئے نو آبادیاتی شعور نے مشرقی علوم کے روایتی فریم ورک پر سوالات اٹھانے شروع کر دیے۔

اس دور کا سب سے بڑا فکری دھماکہ 1978ء میں ادوارڈ سعید (Edward Said) کی شہرۂ آفاق کتاب 'Orientalism' کی اشاعت کی صورت میں ہوا، جس نے علم اور طاقت کے اس تاریخی گٹھ جوڑ کو بے نقاب کر دیا جو انیسویں صدی کے استشراق کی بنیاد تھا۔ سعید اور ان کے بعد طلال اسد اور وائل حلاق جیسے مابعد نو آبادیاتی (Post-colonial) ناقدین نے یہ ثابت کیا کہ روایتی مستشرقانہ مناہج نے اسلام کو ایک جامد، غیر متحرک اور بیرونی شے کے طور پر پیش کیا تھا اور اس کا مقصد علم کے ذریعے مشرق پر اخلاقی اور تہذیبی برتری قائم کرنا تھا۔[3]

---

[1] ایضاً۔

[2] "Comparative Oriental Manuscript Studies An Introduction," *OPEN*.

[3] Edward W. Said, *Orientalism* (London: Routledge and Kegan Paul, 1978).

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اس بھرپور علمی تنقید اور بین الاقوامی حالات کی تبدیلی نے "اورینٹل اسٹڈیز" کے روایتی اور کٹر فلولوجیکل دور کا خاتمہ کیا اور اس کی جگہ "اسلامک اسٹڈیز (Islamic Studies) "اور "مڈل ایسٹرن ایریا اسٹڈیز (Middle Eastern Area Studies) "کی جدید اصطلاحات اور مناہج نے لے لی۔[1] بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں مطالعۂ اسلام ایک بین العلومی (Interdisciplinary) اور کثیر الجہتی فیلڈ بن کر ابھرا۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ انیسویں اور بیسویں صدی کے تجربے نے بعد کے جدید مطالعۂ اسلام کے لیے ایک انتہائی متضاد مگر ناگزیر علمی پس منظر فراہم کیا۔ ایک طرف اس دور کے قائم کردہ جامعاتی شعبہ جات، تیار کردہ لغات، ترتیب دیے گئے مخطوطاتی ذخائر اور متعارف کرائے گئے تاریخی-تنقیدی مناہج نے وہ بنیادی انفراسٹرکچر مہیا کیا جس پر آج کی جدید مغربی اسکالرشپ کھڑی ہے۔ دوسری طرف، اسی دور کی استعماری وابستگیوں، نسلی تعصبات اور حد سے بڑھی ہوئی تشکیک پسندی نے معاصر دور میں ایک زبردست علمی ردِ عمل کو جنم دیا، جس کے نتیجے میں آج مغربی جامعات میں اسلام کا مطالعہ اپنے اوپر مسلط کردہ یوروسینٹرک (Eurocentric) فریم ورکس سے آزاد ہو کر اسلامی روایات کو ایک زندہ، خود مختار اور متحرک بیانیے (Discursive tradition) کے طور پر سمجھنے کی جانب گامزن ہے۔

اصطلاحی و علمی تفریق: اورینٹلزم سے اسلامک اسٹڈیز تک

استشراق :(Orientalism) تاریخی پس منظر اور تصوراتی مفہوم

مغرب میں اسلام اور مشرقی معاشروں کے مطالعے کا فریم ورک تاریخی طور پر کسی ایک اصطلاح تک محدود نہیں رہا، بلکہ یہ مختلف ادوار کی فکری، سیاسی اور سماجی ضروریات کے تحت تبدیل ہوتا رہا ہے۔ اس ارتقائی سفر میں "استشراق (Orientalism) "کی اصطلاح کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جدید مطالعاتِ اسلام (Islamic Studies) اور مشرقی علوم (Oriental Studies) کی موجودہ ساخت اور ان کے درمیان تفریق کو سمجھنے کے لیے استشراق کے لغوی، اصطلاحی اور تصوراتی مفہوم کا جائزہ لینا ناگزیر ہے۔

لغوی اور اصطلاحی مفہوم

لفظ "استشراق" عربی زبان میں بابِ استفعال کا مصدر ہے، جس کا مادہ 'ش-ر-ق' (شرق) ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کا مطلب مشرق کی طرف متوجہ ہونا یا مشرقی چیزوں کی طلب ہے۔ انگریزی اصطلاح 'Orientalism' لاطینی لفظ 'Oriens' سے مشتق ہے، جس کے معنی سورج نکلنے کی جگہ یا مشرق کے ہیں۔[2]

اصطلاحی مفہوم میں، اٹھارویں اور انیسویں صدی کے دوران 'Orientalism' سے مراد ایک ایسا باضابطہ اکادمی ڈسپلن اور فکری رویہ تھا جس کے تحت یورپی محققین (مستشرقین) مشرقی ممالک کی زبانوں، تاریخ، تہذیب، مذاہب (خصوصاً اسلام) اور معاشرت کا مطالعہ کرتے تھے۔[3] تاہم، تاریخی اور علمی اعتبار سے اس اصطلاح کا اطلاق ہمیشہ یکساں نہیں رہا، بلکہ یہ علم برائے علم کے دعوے سے لے کر علم برائے تسلط (Knowledge for power) تک کے مختلف درجات کا احاطہ کرتی رہی ہے۔

---

[1] Wael B. Hallaq, *Restating Orientalism: A Critique of Modern Knowledge* (New York: Columbia University Press, 2018).

[2] "مغرب میں مطالعۂ اسلام کے علمی، فکری اور منہاجی رجحانات: ایک جامع تحقیقی و تنقیدی جائزہ" (تحقیقی مقالہ)۔

[3] "Characteristics of Orientalism Studies and Implications for the Islamic World," *Serumpun*.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

تاریخی پس منظر اور مفہوم کا ارتقا تاریخی طور پر، استشراق کا آغاز کسی باقاعدہ سائنسی تجسس کے بجائے قرونِ وسطیٰ میں اسلام کے خلاف کلیسائی دفاعیات (Christian polemics) سے ہوا۔ اس دور میں استشراق کا مفہوم محض یہ تھا کہ عربی سیکھ کر اور اسلامی متون (بالخصوص قرآن) کے تراجم کر کے اسلام کو ایک الہامی دین کے بجائے عیسائیت کی ایک مسخ شدہ شکل یا بدعت ثابت کیا جائے۔[1]

اٹھارویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے استعماری دور (Colonial period) میں 'Orientalism' نے ایک نیا اور خطرناک مفہوم اختیار کیا۔ جب یورپی طاقتوں (برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ وغیرہ) نے ایشیائی اور افریقی ممالک پر تسلط قائم کیا تو مشرق کا مطالعہ نو آبادیاتی انتظامیہ کی ضرورت بن گیا۔[2] اس دور میں استشراق محض ایک تعلیمی سرگرمی نہیں رہی، بلکہ اس نے ایک ایسا تصوراتی اور حکمرانانہ ڈسکورس (Hegemonic discourse) تشکیل دیا جس کا مقصد مشرقی تہذیبوں (بالخصوص مسلم دنیا) کو جامد، عقلیت سے عاری اور پر تشدد ثابت کرنا تھا تاکہ ان پر مغربی استعمار اور نام نہاد "تہذیبی مشن (Civilizing mission)" کو جواز فراہم کیا جا سکے۔[3] اس دور کے استشراق کا بنیادی مفروضہ مشرق (The Orient) اور مغرب (The Occident) کے درمیان ایک غیر متغیر اور آنٹولوجیکل تفریق (Ontological binary) قائم کرنا تھا، جس میں مغرب کو متحرک، عقلی اور برتر، جبکہ مشرق کو غیر متحرک اور کمتر تصور کیا گیا۔[4]

تاہم، استشراق کو محض ایک یک رخی سیاسی سازش سمجھنا بھی تاریخی حقائق کو سادہ کرنے کے مترادف ہے۔ اسی اصطلاح کے تحت انیسویں صدی کے جرمن اور یورپی اکادمی حلقوں میں کلاسیکی سامی زبانوں (عربی، عبرانی، سریانی) اور فلولوجی (Philology) کا ایک انتہائی سخت گیر تنقیدی معیار بھی پروان چڑھا۔ اس دور کے استشراق نے بائیبلیو گرافی، لغت نگاری اور مخطوطات کی تدوین کے شعبوں میں حیرت انگیز پیش رفت کی، جس نے مشرقی علوم کو جدید سائنسی بنیادوں پر کھڑا کیا۔[5]

جدید تعبیر اور ایڈورڈ سعید کا تصورِ استشراق استشراق کے تصوراتی مفہوم میں سب سے بڑی اور فیصلہ کن تبدیلی بیسویں صدی کے اواخر میں آئی، جس کا سہرا بنیادی طور پر فلسطینی نژاد امریکی محقق ایڈورڈ سعید (Edward Said) کی شہرہ آفاق تصنیف *Orientalism* (1978ء) کے سر ہے۔[6] ایڈورڈ سعید کی نقد سے قبل، مغربی اکادمیہ میں 'Orientalist' کہلانا ایک فخر کی بات سمجھی جاتی تھی جو کسی شخص کے مشرقی زبانوں اور ثقافتوں کے ماہر ہونے کی دلیل تھی۔

ایڈورڈ سعید نے مائیکل فوکو (Michel Foucault) کے نظریۂ ڈسکورس اور 'طاقت و علم (Power and Knowledge)' کے تعلق کو بنیاد بناتے ہوئے استشراق کی ایک نئی ساخت شکن (Deconstructive) تعریف پیش کی۔ سعید کے نزدیک، استشراق محض مشرق کے مطالعے کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ "مشرق پر تسلط قائم کرنے، اس کی تشکیلِ نو کرنے اور اس پر حاکمیت جمانے کا ایک مغربی انداز ہے۔"[7] سعید نے یہ ثابت کیا کہ مستشرقین نے مشرق کو اس کی اصل حقیقت میں سمجھنے کے بجائے، اسے اپنے مغربی تصورات، تعصبات اور سامراجی مقاصد کے

---

[1] "John of Damascus. Between Islam and Heresy," *ResearchGate*.
[2] "Notion and Features of Orientalism in Historiography," *Pakistan Social Sciences Review*.
[3] "The Historiography of Islam in West Africa: An Anthropologist's View," *The Journal of African History*.
[4] "Discourses of Orientalism?," *Presses de l'Ifpo*.
[5] "History of The Arabic Written Tradition. Volume 1," *Scribd*; "Edward Lane's Arabic-English Lexicon," *Scribd*.
[6] Edward W. Said, *Orientalism* (London: Routledge and Kegan Paul, 1978).
[7] "Orientalism (book)," *Wikipedia*.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

تحت ایک "دوسرے (The Other) "کے طور پر گھڑا (Constructed) ہے۔[1] سعید کی اس تنقید نے استشراق کو ایک معتبر جامعاتی ڈسپلن کے مرتبے سے گرا کر اسے مغرب کے سامراجی اور غلبہ پسندانہ رویے (Eurocentric hegemony) کی ایک تنقیدی اصطلاح بنا دیا۔[2]

سعید کے بعد وائل حلاق، طلال اسد، اور شہاب احمد جیسے مابعد نو آبادیاتی (Post-colonial) اور ڈی کولونیل مفکرین نے اس بحث کو مزید وسعت دی۔ وائل حلاق نے اپنی کتاب *Restating Orientalism* میں یہ موقف اختیار کیا کہ استشراق کا مسئلہ محض انفرادی تعصب یا استعماریت تک محدود نہیں، بلکہ یہ جدید مغربی سیکولر علمیت (Secular Epistemology) اور جدید ریاست کے اس ڈھانچے کا موروثی عارضہ ہے جس نے اخلاقیات کو علم سے کاٹ دیا ہے۔[3]

اسکالرلی اختلافات اور اصطلاح کی تفہیم کی اہمیت استشراق کی اس جدید مابعد نو آبادیاتی تعبیر پر مغربی اکادمیہ میں اتفاقِ رائے نہیں پایا جاتا۔ بعض ناقدین اور محققین کا ماننا ہے کہ ایڈورڈ سعید نے اپنی تنقید میں استشراق کی سیاسی اور استعماری جہتوں پر اس قدر زور دیا ہے کہ اس کی خالص علمی، فلولوجیکل اور تدوینی خدمات (جیسے جرمن اور ڈچ مستشرقین کا متنی کام) پسِ منظر میں چلی گئیں۔[4] مزید برآں، یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ استشراق کو ایک یکساں (Monolithic) مغربی سازش کے طور پر پیش کرنے سے انفرادی مستشرقین کی ان مخلصانہ کاوشوں کی نفی ہوتی ہے جو انہوں نے مشرقی زبانوں اور متون کی دریافت اور حفاظت کے لیے انجام دیں۔[5]

ان اختلافات کے باوجود، یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ آج مغربی جامعات میں کوئی بھی محقق خود کو "مستشرق (Orientalist) "کہلوانا پسند نہیں کرتا۔[6] استشراق کے تصور کی اس تاریخی اور علمی بحث کو سمجھنا اس لیے انتہائی ضروری ہے کہ اسی کے ردِ عمل میں بعد ازاں "مشرقی علوم (Oriental Studies) "اور بالآخر "اسلامی مطالعات (Islamic Studies) "جیسے جدید اور قدرے مساویانہ (Egalitarian) ڈسپلنز نے جنم لیا۔ استشراق کے مفہوم کو سمجھے بغیر، مغربی مطالعۂ اسلام کی موجودہ ساخت اور اس کے عصری مناہج (Contemporary Methodologies) کا درست ادراک ممکن نہیں ہے۔

مشرقی علوم :(Oriental Studies) کلاسیکی فلولوجی اور جامعاتی ڈسپلن کے طور پر تشکیل

مغرب میں اسلام اور مشرقی معاشروں کے مطالعے نے تاریخی طور پر کئی مناہج اور اصطلاحات کا سفر طے کیا ہے۔ انیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ، استشراق (Orientalism) کا وہ روایتی اور الہیاتی (Theological) خاکہ جو قرونِ وسطیٰ کے مناظروں یا عصرِ تنویر کی محدود دلچسپیوں پر مبنی تھا، ایک باقاعدہ جامعاتی ڈسپلن کی شکل اختیار کرنے لگا جسے "مشرقی علوم (Oriental Studies) "کا نام دیا گیا۔ اس تبدیلی

---

[1] "Edward Said and Orientalism: A Critical Analysis of Western Scholars and Writers," *ResearchGate*.
[2] "Orientalism: An Overview," *ProQuest*.
[3] Wael B. Hallaq, *Restating Orientalism: A Critique of Modern Knowledge* (New York: Columbia University Press, 2018).
[4] "Students, Teachers, and Edward Said: Taking Stock of Orientalism," *Columbia International Affairs Affairs Online*.
[5] "مغرب میں مطالعۂ اسلام کے علمی، فکری اور منہاجی رجحانات: ایک جامع تحقیقی و تنقیدی جائزہ" (تحقیقی مقالہ)۔
[6] "Orientalism and Post-Orientalism. Ten Years without Edward Said," *European Institute of the Mediterranean (IEMed)*.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

نے مطالعۂ اسلام کو ایک نئی علمی، لسانی اور متنی بنیاد فراہم کی، جس نے مشرق کے مطالعے کو کلیسا کے چنگل سے نکال کر جدید یونیورسٹی کے تحقیقی طریقہ کار کے تابع کر دیا۔

مشرقی علوم (Oriental Studies) کا اصطلاحی و علمی مفہوم

'Oriental Studies' سے مراد انیسویں اور بیسویں صدی میں پروان چڑھنے والا وہ باضابطہ جامعاتی شعبہ ہے جو مشرقی دنیا (بنیادی طور پر مشرقِ وسطیٰ، ایشیا اور شمالی افریقہ) کی زبانوں، ادب، تاریخ، اور تہذیبی ورثے کے معروضی اور تنقیدی مطالعے پر مبنی تھا۔[1] یہ اصطلاح 'Orientalism' کے وسیع اور اکثر استعماری مفہوم کی نسبت زیادہ تکنیکی اور تعلیمی نوعیت رکھتی تھی۔ جبکہ استشراق کو ایک غالب استعماری ڈسکورس کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے، مشرقی علوم اس ڈسکورس کے اندر وہ منظم علمی آلات اور ادارے تھے جنہوں نے متون کے تجزیے کو ایک سائنسی بنیاد فراہم کی۔[2]

کلاسیکی فلولوجی (Philology) اور متنی تحقیق کی اہمیت

مشرقی علوم کی تشکیل اور اس کے منہجی خدوخال کا سب سے اہم ستون "کلاسیکی فلولوجی (Classical Philology)" تھا۔ فلولوجی سے مراد زبانوں کی تاریخی ترقی، گرامر، اور پرانے مخطوطات کے متون کا سائنسی اور تنقیدی مطالعہ (Textual criticism) ہے۔[3] جرمن اور فرانسیسی جامعات میں پروان چڑھنے والے اس منہج نے یہ طے کیا کہ مشرقی تہذیب اور اسلام کو سمجھنے کا واحد معتبر راستہ ان کے اصل عربی، فارسی اور ترکی متون کا براہِ راست اور باریک بین مطالعہ ہے۔

فلولوجیکل رجحان نے مشرقی علوم کو کئی حوالوں سے منظم کیا:

- **مخطوطات کی دریافت اور تدوین:** محققین نے دنیا بھر کے کتب خانوں سے اسلامی تراث کے نایاب نسخوں کو ڈھونڈ کر نکالا اور مختلف مسودات کے تقابل (Variant readings) کے ذریعے ان کے تنقیدی ایڈیشن (Critical editions) شائع کیے۔[4]
- **لغت نگاری (Lexicography):** ایڈورڈ ولیم لین (Edward William Lane) کی 'An Arabic-English Lexicon' جیسی ضخیم کاوشیں سامنے آئیں جنہوں نے کلاسیکی عربی متون کے معانی کو مغربی محققین کے لیے کھول دیا۔[5]
- **فہرست نگاری (Cataloguing):** کارل بروکلمین (Carl Brockelmann) کی 'Geschichte der arabischen Litteratur' (GAL) جیسی بائیو۔بلیوگرافک انسائیکلوپیڈیاز نے ہزاروں عربی مصنفین اور ان کے مخطوطات کی منظم فہرستیں فراہم کیں۔[6]

ان کاوشوں نے مغربی مطالعۂ اسلام کو قرونِ وسطیٰ کے انحصار (یعنی لاطینی تراجم اور عیسائی متکلمین کی آراء) سے نکال کر براہِ راست اسلامی متون (Original sources) کے لغوی اور تاریخی نقد پر کھڑا کر دیا۔[1]

---

[1] "مغرب میں مطالعۂ اسلام کے علمی، فکری اور منہاجی رجحانات: ایک جامع تحقیقی و تنقیدی جائزہ" (تحقیقی مقالہ)۔

[2] "مستشرقیت، مستشرقانہ علوم اور اسلامک اسٹڈیز: اپسٹمولوجیکل ارتقاء، منہاجیاتی تحولات اور جدید اکادمی رجحانات" (تحقیقی مقالہ)۔

[3] "مغربی جامعات اور اکادمیہ میں اسلامی علوم کے مطالعے کا تاریخی و منہجی ارتقاء: موضوعات، مصادر اور اہم مکاتبِ فکر" (تحقیقی مقالہ)۔

[4] "مغربی مستشرقین اور اسلامی مطالعات کی علمی خدمات: مصادر، مناہج اور تنقیدی جائزہ" (تحقیقی مقالہ)۔

[5] Edward William Lane, *An Arabic-English Lexicon*.

[6] Carl Brockelmann, *Geschichte der arabischen Litteratur (GAL)*.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

جامعاتی ڈسپلن بننے کا عمل اور اہم ادارے

انیسویں صدی میں مشرقی علوم کا مطالعہ انفرادی شوق سے نکل کر ایک ادارہ جاتی (Institutionalized) شکل اختیار کر گیا۔ یورپی حکومتوں اور نو آبادیاتی منتظمین کی سرپرستی میں اہم جامعات میں "اورینٹل اسٹڈیز" کے باقاعدہ شعبہ جات، کرسیاں (Chairs)، اور تحقیقی سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔ فرانس میں 'سوسائٹی ایشیاٹک (Société Asiatique – 1821)' کا قیام عمل میں آیا، جہاں سلوسٹر ڈی ساسی (Silvestre de Sacy) جیسے مستشرقین نے عربی گرامر اور متون کے تجزیے کو ایک مستقل اکادمی علم کا درجہ دیا۔[2]

برطانیہ میں آکسفورڈ اور کیمبرج جیسی قدیم جامعات میں سترہویں صدی میں قائم ہونے والی لاؤڈین اور ایڈمز کرسیوں (Chairs) کا دائرہ کار مزید وسیع ہوا۔[3] جرمنی، جو کسی بڑی نو آبادیاتی سلطنت کا مالک نہ ہونے کے باوجود متنی تحقیق کا مرکز بنا، وہاں تھیوڈور نولڈیکے (Theodor Nöldeke) اور جولیس ویلہاؤزن (Julius Wellhausen) جیسے محققین نے بائبل کی اعلیٰ تنقید (Higher Criticism) کے اصولوں کو اسلامی متون، قرآنی تاریخ، اور حدیث پر لاگو کیا۔ اس ادارہ جاتی پھیلاؤ نے مستشرقین کو ایک مخصوص علمی برادری کی شکل دی جن کے اپنے پیئر ریویوڈ مجلات، تعلیمی نصاب اور تحقیقی معیار تھے۔[4]

علمی خدمات اور منہاجی حدود کا متوازن تجزیہ

مشرقی علوم کی اس روایت کا محاکمہ کرتے ہوئے اس کی شاندار علمی خدمات اور سنگین منہاجی حدود کو متوازن انداز میں دیکھنا ضروری ہے۔

اس ڈسپلن کا سب سے بڑا **کارنامہ** یہ تھا کہ اس نے اسلامی علمی ذخیرے کو دنیا بھر کے سامنے سائنسی انداز میں پیش کیا۔ مستشرقین نے ضخیم اشاریے (Concordances)، لغات اور انسائیکلوپیڈیاز (جیسے 'دائرۃ المعارف الإسلامیۃ') مرتب کر کے جدید مسلم اور غیر مسلم محققین کے لیے اسلامی تراث تک رسائی کو انتہائی آسان بنا دیا۔ ای جے گب میموریل جیسے تحقیقی سلسلوں کے ذریعے نایاب متون کی اشاعت نے اسلامی تاریخ کے فراموش شدہ ابواب کو محفوظ کیا۔[5]

تاہم، اس علمی روایت کی **منہاجی محدودات (Methodological Limitations)** بھی اتنی ہی نمایاں تھیں۔ مشرقی علوم کا فلولوجیکل منہج بنیادی طور پر تحریری متون (Hyper-textualism) کا اسیر تھا۔ انہوں نے اسلامی علوم (جیسے حدیث اور قراءت) میں شفاہی نقل (Oral Transmission)، اسناد، اور امت مسلمہ کے زندہ عملی تسلسل (Living tradition) کو یکسر نظر انداز کیا۔[6] مزید برآں، بعض مستشرقین، جیسے جوزف شاخت اور گولڈزیہر نے، تاریخی تشکیک پسندی (Historical skepticism) کی انتہا کرتے ہوئے اسلامی قانون (فقہ) اور حدیث کی ابتدا پر ایسے سوالات اٹھائے جو بعد کی دریافتوں (مثلاً مصطفیٰ الاعظمی اور فواد سیزگین کی تحقیقات) کی روشنی میں غیر سائنسی

---

[1] "مغربی مستشرقین اور اسلامی مطالعات کی علمی خدمات: مصادر، مناہج اور تنقیدی جائزہ" (تحقیقی مقالہ)۔

[2] "مغرب میں اسلامی و مستشرقانہ مطالعات کے جامعاتی و ادارہ جاتی مراکز: ایک جامع اور تاریخی تجزیہ" (تحقیقی مقالہ)۔

[3] "THE FUTURE OF ISLAM, 1672–1924," *Modern Intellectual History*, Cambridge Core.

[4] "مغرب میں اسلامی مطالعات اور اورینٹلزم: نمایاں مستشرقین، مناہج اور ناقدانہ محاکمہ" (تحقیقی مقالہ)۔

[5] "مغربی مستشرقین اور اسلامی مطالعات کی علمی خدمات: مصادر، مناہج اور تنقیدی جائزہ" (تحقیقی مقالہ)۔

[6] "اسلامی مطالعات اور عربی مخطوطات کی تدوین میں مغربی و مسلم مستشرقین کی علمی خدمات: مصادر، مناہج اور انتقادی جائزہ" (تحقیقی مقالہ)۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اور متعصبانہ ثابت ہوئے۔[1] ایک اور بڑی خامی انحطاطی دور کا مفروضہ (The "Age of Decline" Teleology) تھا، جس کے تحت سقوطِ بغداد کے بعد کے ادوار کی علمی پیش رفت کو نظر انداز کر دیا گیا۔[2]

استعماری سیاست سے وابستگی بھی مشرقی علوم کے دامن پر ایک داغ ہے۔ انیسویں صدی کی نو آبادیاتی حاکمیت کے زاویۂ نظر نے اکثر مطالعۂ اسلام کو مغرب مرکزیت (Eurocentrism) کے ماتحت رکھا، جہاں مشرق کو ایک غیر متحرک مفعول تصور کیا جاتا تھا۔[3]

حاصلِ کلام

یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ اورینٹل اسٹڈیز اپنے مخصوص تاریخی و استعماری تناظر میں پیدا ہوئے، اور اس کی جڑیں بسا اوقات متعصبانہ فکری رجحانات میں پیوست تھیں، تاہم یہی وہ دور اور ڈسپلن تھا جس نے جدید مطالعۂ اسلام کے لیے وہ ناگزیر سائنسی اور متنی انفراسٹرکچر مہیا کیا جس پر آج کی مغربی اور اسلامی اسکالرشپ کھڑی ہے۔ مشرقی علوم کے فلولوجیکل مرحلے نے ہی وہ آلات (Tools)، لغات اور ایڈیشن فراہم کیے جن کی بنیاد پر بیسویں اور اکیسویں صدی کے اواخر میں ایک زیادہ تخصصی، بین العلومی (Interdisciplinary)، اور خود تنقیدی "اسلامک اسٹڈیز" کے میدان نے جنم لیا۔[4]

---

[1] M. Mustafa al-Azami, *On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence* (Islamic Texts Society, 1985).

[2] "اسلامی مطالعات اور عربی مخطوطات کی تدوین میں مغربی و مسلم مستشرقین کی علمی خدمات: مصادر، مناہج اور انتقادی جائزہ" (تحقیقی مقالہ)۔

[3] "مستشرقیت، مستنشر قانہ علوم اور اسلامک اسٹڈیز: اپسٹمولوجیکل ارتقاء، منہاجیاتی تحولات اور جدید اکادمی رجحانات" (تحقیقی مقالہ)۔

[4] "مغربی جامعات اور اکادمیہ میں اسلامی علوم کے مطالعے کا تاریخی و منہجی ارتقاء: موضوعات، مصادر اور اہم مکاتبِ فکر" (تحقیقی مقالہ)۔